ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3958

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: القراءۃ الراشدۃ کوڈ (3958)

سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ: 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، عربی الفاظ کے معانی اور قواعد اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل نہ کریں۔ اس گائیڈ میں دینی عبارات کا ترجمہ اور مفہوم خالصتاً تعلیمی مقصد سے بیان کیا گیا ہے؛ کسی دینی حکم کا کسی فرد یا خاص معاملے پر اطلاق مستند علماء اور اہلِ افتاء ہی کا کام ہے، طالب علم کو چاہیے کہ عملی مسئلے میں ان ہی کی طرف رجوع کرے۔

سوال نمبر 1: مذکر کے مؤنث اور مؤنث کے مذکر

سوال نمبر 1۔ درج ذیل کلمات میں سے مذکر کے مؤنث اور مؤنث کے مذکر تحریر کریں: (20 نمبر)

رَاحِلٌ، اَلْعَظِيمَةُ، بِنْتٌ، مَشْغُولَةٌ، أَمِينٌ، اَلْمِسْكِينُ، حَرِيصَةٌ، اَلْأَبُ، فَاتِحٌ، أُمٌّ۔

تمہید: تذکیر و تانیث کا قاعدہ دوبارہ سمجھیں

عربی میں جنس یعنی مذکر و مؤنث کی پہچان صرف لفظ کی ظاہری صورت تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے جملے کا نقشہ اسی سے بنتا ہے۔ چونکہ اس اسائنمنٹ میں دیے گئے الفاظ کی اکثریت پچھلی اسائنمنٹ کے پانچویں سوال سے ملتی جلتی ہے، اس لیے یہ سوال دراصل اسی قاعدے کی پختگی کا امتحان ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں منتخب کر کے لکھنے کے بجائے دیے گئے تمام دس کلمات کی تبدیلی مانگی گئی ہے، مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر میں بدل کر۔ اس لیے جواب میں ہر لفظ کو اس کی اصل جنس سمیت پیش کیا گیا ہے تاکہ ممتحن کو یہ اندازہ ہو کہ طالب علم نے محض تبدیلی نہیں لکھی بلکہ پہلے جنس کی درست تشخیص بھی کی ہے۔ ذیل کی شکل میں تبدیلی کے تین راستے دیکھے جا سکتے ہیں۔

Figure 1: How the Feminine Is Formed from the Masculine in Arabic

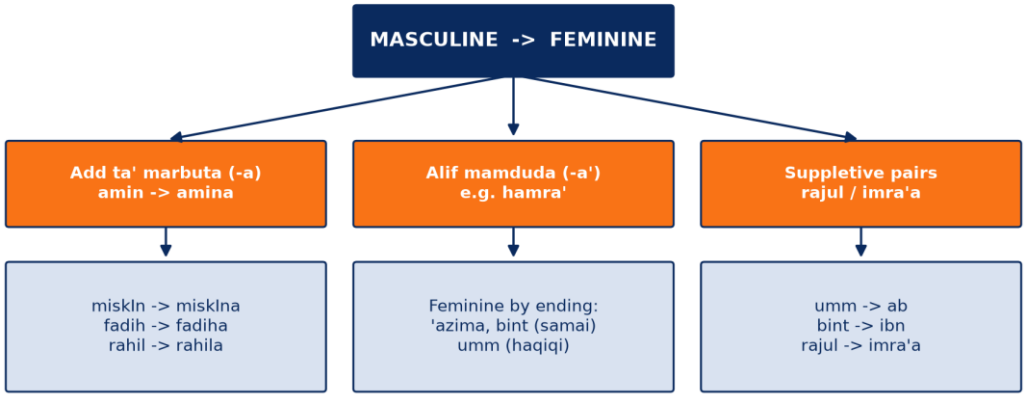

شکل 1: عربی میں مؤنث بنانے کے طریقے

جدول: تمام کلمات کی مکمل تبدیلی

جدول 1: اصل لفظ، اس کی جنس، تبدیل شدہ صورت اور معنی

اصل لفظ	جنس	تبدیل شدہ صورت	معنی	طریقہ
رَاحِلٌ	مذکر	رَاحِلَةٌ	کوچ کرنے والا / والی	تائے مربوطہ کا اضافہ
الْعَظِيمُ	مؤنث	الْعَظِيمَةُ	بڑی / بڑا	تائے مربوطہ حذف
بِنْتٌ	مؤنث	ابْنٌ	بیٹی / بیٹا	لفظ بدل جاتا ہے
مَشْؤُومَةٌ	مؤنث	مَشْؤُومٌ	منحوس (عورت / مرد)	تائے مربوطہ حذف
أَمِينٌ	مذکر	أَمِينَةٌ	امانت دار (مرد / عورت)	تائے مربوطہ کا اضافہ
الْمِسْكِينُ	مذکر	الْمِسْكِينَةُ	مسکین (مرد / عورت)	تائے مربوطہ کا اضافہ
حَرِيصَةٌ	مؤنث	حَرِيصٌ	لالچی، حریص (عورت / مرد)	تائے مربوطہ حذف
الرَّجُلُ	مذکر	الْمَرْأَةُ	مرد / عورت	لفظ بدل جاتا ہے
فَاضِحٌ	مذکر	فَاضِحَةٌ	رسوا کرنے والا / والی	تائے مربوطہ کا اضافہ
أُمٌّ	مؤنث	أَبٌ	ماں / باپ	لفظ بدل جاتا ہے

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

تبدیلی کی تین صورتیں اور ان کی تشریح

پہلی صورت: تائے مربوطہ کے اضافے سے مؤنث

دیے گئے مذکر الفاظ میں سے چار یعنی راحل، امین، مسکین اور فارح اسم عام قاعدے سے مؤنث بنتے ہیں کہ ان کے آخر میں تائے مربوطہ بڑھا دیا جائے۔ راحلۃ کوچ کرنے والی یا روانہ ہونے والی کو کہتے ہیں اور یہ لفظ سفر کی سواری یعنی اونٹنی کے لیے خاص طور پر استعمال ہوتا ہے، اس لیے سیرت کے سفری واقعات میں راحلۃ کا مفہوم دوگنا مفید ہے۔ امینۃ امانت دار عورت کو اور مسکینۃ محتاج عورت کو کہتے ہیں۔ فاضحۃ رسوا کرنے والی شے یا بات کے لیے آتا ہے۔ ان چاروں میں طالب علم کو املا کا خاص دھیان رکھنا چاہیے: تائے مربوطہ گول ت کی صورت میں لکھی جاتی ہے اور جب یہ لفظ وقف میں آئے تو اس کی آواز ہو جاتی ہے مگر کتابت نہیں بدلتی۔ یہی صورت جملے میں صفت بنتے وقت سب سے زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

دوسری صورت: تائے مربوطہ ہٹا کر مذکر

مؤنث الفاظ میں سے تین یعنی عظیمۃ، مشئومۃ اور حریصۃ تائے مربوطہ ہٹانے سے اپنے مذکر یعنی عظیم، مشئوم اور حریص میں بدل جاتے ہیں۔ یہ تینوں صفات ہیں، اس لیے جملے میں یہ اپنے موصوف کے تابع آتی ہیں؛ مثلاً بڑی کتاب کے لیے عربی میں صفت مؤنث آئے گی کیونکہ کتاب خود مؤنثِ سماعی ہے، جبکہ بڑے آدمی کے ساتھ عظیم ہی رہے گا۔ حریص کے معنی شدید خواہش رکھنے اور لالچ کرنے والے کے ہیں، یہ لفظ دنیاوی حرص کے لیے مذمت کے سیاق میں بھی آتا ہے اور علم کی طلب جیسی محمود خواہش کے سیاق میں بھی۔ مشئوم کے معنی منحوس اور بدنصیب کے ہیں۔ اس تبادلے کی مشق سے طالب علم کو یہ عادت پڑتی ہے کہ وہ صفت دیکھتے ہی اس کا موصوف تلاش کرے، کیونکہ صفت کی جنس اکیلی نہیں سمجھی جاتی۔

تیسری صورت: لفظ ہی بدل جانے والے تین جوڑے

تین الفاظ ایسے ہیں جن کی تبدیلی صیغے سے نہیں ہوتی بلکہ دوسرا مستقل لفظ آتا ہے: بنت یعنی بیٹی کا مذکر ابن یعنی بیٹا، رجل یعنی مرد کا مؤنث امرأۃ یعنی عورت، اور ام یعنی ماں کا مذکر اب یعنی باپ۔ یہ رشتوں کے الفاظ ہیں اور عربی میں قدیم زمانے سے یہی صورت رائج ہے۔ ان میں دلچسپ بات یہ ہے کہ بنت کی آخری تاء تائے مربوطہ نہیں بلکہ لفظ کا اصلی حرف ہے، اس لیے اسے ہٹا کر مذکر بنانا ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح ام بغیر کسی ظاہری علامت کے مؤنثِ حقیقی ہے کیونکہ یہ مؤنث جاندار کے لیے وضع ہوا ہے۔ امتحان میں ان تین جوڑوں کو قاعدے سے الگ نشان زد کر کے لکھنا جواب کو ممتاز بناتا ہے، کیونکہ یہی مقام ہے جہاں اکثر طالب علم رجلۃ یا اماں کے مذکر جیسی غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔

مذکر و مؤنث کی پہچان کی علامات کا خلاصہ

- تائے مربوطہ آخر میں ہو تو لفظ مؤنث ہے، جیسے عظیمۃ، حریصۃ، مشؤومۃ۔
- الفِ ممدودہ یا الفِ مقصورہ بعض صفات میں تانیث کی علامت ہے، جیسے حمراء اور کبریٰ کے مقامات، اگرچہ اس سوال کے الفاظ میں یہ صورت موجود نہیں۔
- مؤنث جاندار کے لیے وضع شدہ لفظ بغیر علامت کے بھی مؤنث ہوتا ہے، جیسے ام اور بنت۔
- جنس کا فیصلہ ہمیشہ عربی استعمال سے ہو گا، اردو جنس کو عربی پر قیاس کرنا غلطی کا سبب بن سکتا ہے۔
- انسانوں کے علاوہ بعض غیر جاندار الفاظ بھی سماعاً مؤنث آتے ہیں، اس لیے ہر نئے لفظ کے ساتھ اس کی جنس بھی یاد کرنی چاہیے۔

یاد رکھنے کا عملی طریقہ

ان دس الفاظ کو پختہ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انہیں تین گروہوں میں تقسیم کر کے یاد کیا جائے: تاء بڑھانے والے چار مذکر، تاء ہٹانے والے تین مؤنث، اور لفظ بدلنے والے تین جوڑے۔ اس تقسیم کے بعد کوئی لفظ سامنے آئے تو پہلے یہ فیصلہ کریں کہ وہ کس گروہ کا ہے، تبدیلی خود بخود درست ہو جائے گی۔ ایک اور آزمودہ مشق یہ ہے کہ ہر

جوڑے کو بلند آواز میں جوڑے کی صورت پڑھا جائے، جیسے راحل راحلۃ اور عظیمۃ عظیم، کیونکہ کان سے سنی ہوئی آواز ذہن میں زیادہ دیر قائم رہتی ہے۔ طالب علم یہ بھی یاد رکھے کہ یہی الفاظ آگے کے اسباق میں اصل جملوں میں آئیں گے، وہاں ان کی جنس کا اثر فعل اور صفت پر نظر آئے گا، اس لیے اس مرحلے کی محنت آگے کی ساری عبارت کو آسان بنا دے گی۔

نتیجہ

اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ دس الفاظ میں سات تبدیلیاں تائے مربوطہ کے اضافے باحدہ سے ہوئیں اور تین میں لفظ ہی بدل گیا۔ یہی تناسب عام عربی نثر کا ہے: اصول کی اکثریت کے ساتھ چند مستقل استثنائی جوڑے۔ طالب علم کے لیے بہترین مشق یہ ہے کہ وہ ان دس الفاظ کو میز پر رکھ کر ہر ایک کے لیے زبانی فوری تبدیلی کی تمرین کرے، اور پھر ہر جوڑے کو چھوٹے جملوں میں استعمال کرے۔ جب تبدیلی خودکار ہو جائے گی تو اصل عبارتیں پڑھنے کی رفتار بھی بڑھے گی اور صفت و موصوف کی مطابقت میں غلطی کا امکان بھی ختم ہو جائے گا، یہی اس مشق کا بنیادی مقصد ہے۔

سوال نمبر 2: اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ

سوال نمبر 2۔ درج ذیل جملوں کا عربی میں ترجمہ کریں: (20 نمبر)

1۔ مشرک نے تلوار اٹھائی اور نیام سے نکالی۔

2۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

3۔ اے اللہ کے بندے مجھے میری مزدوری دے دو۔

4۔ جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

تمہید: اردو سے عربی ترجمے کی مہارت

عربی سے اردو ترجمہ پڑھنے کی مہارت کو آزماتا ہے جبکہ اردو سے عربی ترجمہ لکھنے اور بنانے کی مہارت کو۔ اس میں طالب علم کو نہ صرف الفاظ کا ذخیرہ درکار ہوتا ہے بلکہ عربی جملے کی ترتیب، اعراب، ضمیروں کا جوڑ اور حرفِ جار کا درست انتخاب بھی آنا چاہیے۔ عربی کا عام جملہ فعل سے شروع ہوتا ہے: پہلے فعل، پھر فاعل، پھر مفعول، یہ ترتیب اردو کے برعکس ہے جہاں فعل آخر میں آتا ہے۔ اس سوال کے چار جملے سیرت کے واقعاتی اسلوب کے ہیں: کسی جنگی یا مقابلے کے ماحول میں مشرک کا تلوار نکالنا، نبی کریم ﷺ کا کسی کے لیے راستہ چھوڑ دینا یعنی اسے جانے دینا، ایک مزدور کا اپنی اجرت کا مطالبہ اور مایوس شخص کا اللہ سے دعا۔ یہ چاروں جملے فعل ماضی، امر اور شرطیہ اسلوب کی اچھی مشق ہیں۔

جدول: چاروں جملوں کا عربی ترجمہ

جدول 1: اردو جملے اور ان کے عربی تراجم

نمبر	اردو جملہ	عربی ترجمہ
1	مشرک نے تلوار اٹھائی اور نیام سے نکالی۔	رَفَعَ الْمُشْرِكُ السَّيْفَ وَاسْتَلَّهُ مِنْ غِمْدِهِ۔
2	رسول اللہ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔	خَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ سَبِيلَهُ۔
3	اے اللہ کے بندے مجھے میری مزدوری دے دو۔	يَا عَبْدَ اللهِ، أَعْطِنِي أُجْرَتِي۔
4	جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔	لَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ دَعَا اللهَ تَعَالَى۔

ہر جملے کی نحوی ولغوی تشریح

جملہ 1: تلوار اٹھانا اور نیام سے نکالنا

اس جملے میں دو فعل ہیں: اٹھانا اور نکالنا۔ پہلے کے لیے [illegible] کا فعل استعمال ہوا ہے اور فاعل مشرک مرفوع ہے جبکہ سیف مفعولِ بہ منصوب ہے۔ تلوار کے غلاف کو عربی میں غمد کہتے ہیں، اور نیام سے نکالنے کے لیے عربی کا خوبصورت فعل استل ہے جس کے معنی ہی میان سے تلوار کھینچنا ہیں، اس لیے دوسرے حصے میں وَاسْتَلَّهُ مِنْ غِمْدِهِ کہنا محض لفظی ترجمے سے کہیں بہتر ہے۔ یہاں ضمیرہ دونوں جگہ تلوار اور مشرک کی طرف لوٹتی ہے: سمہ یعنی اس کی یعنی تلوار کی نیام۔ طالب علم نوٹ کرے کہ اردو کا لفظ نیام خود فارسی الاصل ہے، عربی اصل غمد ہے؛ اس طرح کے لفظی انتخاب ہی ترجمے کو اصل زبان کا رنگ دیتے ہیں۔

جملہ 2: راستہ چھوڑ دینا

اس جملے کا محاورہ خاص توجہ مانگتا ہے۔ اردو میں کسی کا راستہ چھوڑ دینا اس کے معنی میں ہے کہ اسے روکے بغیر جانے دیا جائے یا اس کے گزرنے کے لیے راستہ خالی کر دیا جائے۔ عربی میں اس مفہوم کے لیے خَلَّى سَبِيلَهُ کا محاورہ مشہور ہے، لفظی معنی ہے اس نے اس کا راستہ خالی کر دیا۔ یہ محاورہ عربی کے بنیادی متون میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہے، اس لیے ترجمے میں لفظ بہ لفظ طریق کو چھوڑا کہنا کمزور ہوتا۔ نحوی اعتبار سے رسول اللہ فاعل ہے اور سبیل منصوب مفعول ہے جس کی اضافت ضمیر کی طرف ہے۔ اس مثال سے طالب علم یہ مستقل سبق سیکھتا ہے کہ محاورے کا ترجمہ محاورے ہی سے کیا جاتا ہے، چاہے اس کے لیے اصل لفظ تبدیل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

جملہ 3: مزدوری کا مطالبہ

یہ جملہ خطاب یعنی ندا اور امر سے بنا ہے۔ یا عبد اللہ میں عبد منادیٰ منصوب ہے کیونکہ یہ مضاف ہے اور اللہ اس کا مضاف الیہ ہے؛ یہی وہ مقام ہے جہاں اردو بولنے والا اکثر یا عبدَ اللہ کی جگہ الف لگا کر غلطی کرتا ہے۔ دوسرے حصے میں اعطِ فعلِ امر ہے اور اس کے ساتھ نونِ وقایہ اور ضمیرِ متکلم یعنی اعطنی کا ڈھانچا ہے: مجھے دے دو۔ مزدوری کے لیے

اجرۃ کا لفظ منتخب کیا گیا ہے کیونکہ یہ کی گئی محنت کے عوض مقررہ معاوضے کو کہتے ہیں؛ اجر کا لفظ ثواب کے معنوں میں بھی آتا ہے مگر اجرت یہاں کے کاروباری مفہوم کے زیادہ قریب ہے۔ جملہ مختصر ہے مگر اس میں ندا، امر، ضمیر اور اضافت چار نحوی نکات جمع ہیں، اس لیے یہ امتحانی اعتبار سے نہایت مفید مثال ہے۔

جملہ 4: مایوسی اور دعا

یہ جملہ شرطیہ اسلوب کا ہے۔ اردو کا جب تو کا جوڑا عربی میں لمّا کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جو ماضی کے واقعے کے لیے استعمال ہوتا ہے: جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ مایوس ہونے کے لیے یئِس کا فعل آتا ہے اور اس کے ساتھ حرفِ جار من آتا ہے، یَئِسَ مِنَ الحَیَاۃِ۔ دوسرے حصے میں دعا کا فعل متعدی ہے: دعا اللہ تعالیٰ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی یا اللہ کو پکارا۔ اردو میں دعا مانگنا ایک ترکیب ہے جبکہ عربی میں دعا خود فعل ہے، یہ فرق سمجھنا ضروری ہے۔ جملے کا پس منظر سبق آموز ہے: مایوسی کی انتہا پر انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا فطرت کی آواز ہے، اور اسی نکتے کو سبق میں زبان کی مشق کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ دعا کی دینی اہمیت اپنی جگہ، مگر دینی احکام کے عملی معاملات میں رہنمائی مستند علماء ہی سے لینا درست طرز ہے۔

ترجمہ کرتے وقت کی عام غلطیاں

- اردو کی ترتیب برقرار رکھ کر فاعل پہلے لکھ دینا؛ جملہ فعلیہ میں فعل پہلے لانا عربی اسلوب ہے۔
- محاورے کا لفظی ترجمہ کرنا، جیسے راستہ چھوڑنے کے لیے طریق کا جامد استعمال۔
- منادیٰ کے اعراب میں غلطی، خاص طور پر مضاف منادیٰ پر الف نون کا اضافہ کر دینا۔
- حروفِ جار کا بے جا استعمال؛ یئِس کے ساتھ من، اور اعطی کے ساتھ مفعولِ ثانی کا انتخاب غور طلب ہے۔
- ضمیر کے مرجع میں الجھن؛ ہر ضمیر لکھتے وقت پوچھیں کہ یہ کس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے۔

نتیجہ

ان چار جملوں کا ترجمہ دکھاتا ہے کہ اردو سے عربی ترجمے میں تین چیزوں کا اجتماع ضروری ہے: درست مفردات، نحوی ترتیب اور محاورے کی پہچان۔ طالب علم اگر ہر جملے کا پہلے ڈھانچا بنائے، یعنی فعل، فاعل اور مفعول کو نشان زد کرے، اور پھر الفاظ بھرتا جائے تو غلطیاں نمایاں طور پر کم ہو جاتی ہیں۔ ان جملوں کو زبانی دہرانا اور انہی نمونوں پر اپنے دو دو جملے بنانا اس مشق کو پختہ کر دے گا، کیونکہ ترجمہ محض امتحانی فن نہیں بلکہ عربی تحریر کی بنیاد ہے اور اس کورس کے آگے کے یونٹس میں یہی مہارت کام آئے گی۔

سوال نمبر 3: عربی عبارت کا ترجمہ اور سیاق و سباق

سوال نمبر 3۔ درج ذیل عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں اور اس کا سیاق و سباق تحریر کریں: (20 نمبر)

وَكَانَ مَجْلِسُهُ مَجْلِسَ وَقَارٍ وَحِلْمٍ، وَكَانَ رَجُلًا مُهَيْبًا لَيْسَ فِي مَجْلِسِهِ شَيْءٌ مِنَ الْمِرَاءِ وَاللَّغَطِ، وَلَا رَفْعُ صَوْتٍ، وَكَانَ إِذَا ذُكِّرَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ ذُكِّرَ عِنْدَهُ فَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِي الْحَدِيثِ بَعْدَ الْحَدِيثِ۔

تمہید: سیاق و سباق سے کیا مراد ہے؟

ترجمے کے ساتھ سیاق و سباق مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ طالب علم صرف جملوں کے معنی نہ لکھے بلکہ یہ بھی بتائے کہ یہ عبارت کس موضوع کے درمیان آئی ہے، اس میں کس شخصیت یا کس ماحول کا بیان ہے، اور اس سے پہلے اور بعد کی گفتگو کا رخ کیا ہے۔ سیاق و سباق معلوم ہونے سے عبارت کے مشکل الفاظ خود بخود آسان ہو جاتے ہیں، کیونکہ ہر لفظ اپنے ماحول سے روشنی پاتا ہے۔ زیرِ نظر عبارت ایک مجلسِ علم کی کیفیت بیان کرتی ہے، اس مجلس کے صاحب کی شخصیت، اس کے آداب اور اس میں آنے والوں کے رویے کو۔ اس لیے ترجمے میں مجلس، وقار اور حدیث جیسے الفاظ اپنے اصطلاحی پس منظر کے ساتھ آئیں گے۔

مشکل الفاظ کے معانی

جدول 1: عبارت کے کلیدی الفاظ

عربی لفظ	اردو معنی	نوٹ
وَقَارٌ	سنجیدگی، متانت، عزت	لفظ کی وضاحت اسائنمنٹ 1 میں بھی آئی
حِلْمٌ	بردباری، تحمل، نرمی	غصے پر قابو کی صفت
مَهِيْبٌ	رعب و ہیبت والا، باوقار	دلوں میں عزت پیدا کرنے والا
نَبِيْلٌ	شریف، عالی ظرف، بامروت	اخلاقی عظمت کی صفت
الْمِرَاءُ	جھگڑا، بحث بازی، تکرار	مجلس کو خراب کرنے والی چیز
اللَّغَطُ	شور و غل، بے ہنگم آوازیں	مجلس کے سکون کے منافی
الْغُرَبَاءُ	اجنبی، دور سے آنے والے لوگ	واحد: غریب
الْحَدِيْثُ	یہاں: حدیثِ نبوی، دینی گفتگو و درس	سیاق کے مطابق معنی

اردو ترجمہ

ترجمہ: اور ان کی مجلس وقار اور بردباری کی مجلس تھی، اور وہ بڑے رعب و وقار والے اور نہایت شریف و عالی ظرف انسان تھے۔ ان کی مجلس میں جھگڑے اور بحث بازی کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی، نہ شور و غل ہوتا تھا اور نہ آوازیں بلند کی جاتی تھیں۔ اور دور دراز سے آنے والے اجنبی لوگ ان سے حدیث کے بارے میں سوالات پوچھتے تھے، تو وہ جواب میں صرف حدیث ہی بیان فرماتے، ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث (یعنی ان کی گفتگو کا مرکز و محور حدیث ہی رہتا)۔

سیاق وسباق

یہ عبارت کورس کے سبق میں ایک ایسی علمی و دینی مجلس کے بیان کے سلسلے میں آئی ہے جس میں بیٹھنے والے کو علم بھی ملتا ہے اور ادب بھی۔ سبق کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ علم کی مجلس کا ماحول اس کے موضوع کی عظمت کے شایانِ شان ہونا چاہیے۔ عبارت کے آغاز میں مجلس کے صاحب کی دو بنیادی صفات بتائی گئی ہیں: وقار اور حلم۔ وقار سے مراد وہ سنجیدگی اور متانت ہے جو مجلس کو ہلکے پن سے بچاتی ہے، اور حلم سے مراد بردباری ہے جس سے سوال کرنے والوں کی سخت یا الٹی سیدھی بات بھی تحمل سے سنی جاتی ہے۔ اس کے بعد شخصیت کی مزید دو صفات آئیں ہیں: مہیب یعنی ایسا بارعب کہ لوگ اس کے سامنے ادب ملحوظ رکھیں، اور نبیل یعنی شریف النفس اور عالی ظرف۔

عبارت کا دوسرا رخ مجلس کی منفی چیزوں کی نفی ہے: نہ مراء یعنی لڑائی جھگڑے والی بحث، نہ لغط یعنی بے فائدہ شور شرابا، اور نہ آوازوں کا بلند ہونا۔ اسلوبِ بیان یہ ہے کہ مجلس کو اس کی خوبیوں سے پہلے ان برائیوں کی عدم موجودگی سے متعفف کرایا گیا جن سے عام مجلسیں خراب ہوتی ہیں۔ تیسرا رخ آنے والوں کا ہے: غرباء یعنی دور دراز سے سفر کر کے آنے والے طلبہ اور لوگ، جو حدیث کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اس سے پرانے زمانے میں علم کے لیے سفر کی روایت جھلکتی ہے۔ اور آخری نکتہ یہ ہے کہ صاحبِ مجلس کا جواب بھی موضوع سے نہیں ہٹتا تھا؛ حدیث کے سوال پر حدیث ہی سے جواب، ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث، یعنی درس کا تسلسل اور ارتکاز۔ یہ سارا نقشہ ملا کر سیاق یہ بنتا ہے کہ سبق طالب علم کو آدابِ مجلسِ علم سکھا رہا ہے: کیسی مجلس مثالی ہوتی ہے اور اس میں بیٹھنے اور بولنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے۔

عبارت سے حاصل ہونے والے آداب واسباق

- مجلسِ علم میں وقار اور سکون بنیادی شرط ہے؛ شور اور الجھاؤ علم کی برکت ختم کر دیتا ہے۔
- استاد یا مقرر کی بردباری سوال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اس لیے سوال کرنے والے کو ڈانٹنے کے بجائے تحمل سے جواب دینا چاہیے۔
- ضدی بحث اور مراء سے بچنا چاہیے؛ جس بحث کا مقصد جیتنا ہو وہ علم نہیں پیدا کرتی۔
- آواز کا بلند کرنا ادب کے خلاف ہے؛ دھیمے اور واضح لہجے میں بات کرنا مجلسی تہذیب ہے۔

- گفتگو موضوع پر مرکوز رہے تو وقت بھی بچتا ہے اور سننے والوں کو اصل فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

- علم کی طلب میں سفر اور اجنبی ماحول کی مشقت قدیم زمانے سے علماء و طلبہ کی سنت رہی ہے۔

ترجمے کے مشکل مقامات کی وضاحت

اس عبارت میں سب سے زیادہ غور طلب آخری جملہ ہے: فَلَا يُجِيبُ إِلَّا فِي الْحَدِيثِ الَّذِي هُوَ فِيهِ۔ اس کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا جواب دینا حدیث ہی کے دائرے میں رہتا تھا اور وہ درس میں ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث بیان فرماتے رہتے۔ لفظ حدیث یہاں دو معنوں کے سنگم پر ہے: عام گفتگو بھی اور حدیثِ نبوی کا درس بھی؛ سیاق اس طرف لے جاتا ہے کہ مجلس حدیث کے علم کی مجلس تھی۔ ایک اور نکتہ یہ ہے کہ کان کا فعل عبارت میں تین مرتبہ آیا ہے، جو ماضی میں استمرار یعنی عادت کو ظاہر کرتا ہے: مجلس ہمیشہ ایسی ہی ہوتی تھی، یہ کسی ایک دن کا واقعہ نہیں تھا۔ اردو ترجمے میں اس استمرار کو تھی اور ہوتے تھے جیسے الفاظ ادا کیا گیا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ یہ عبارت ایک مثالی مجلسِ علم کی جیتی جاگتی تصویر ہے جس کے اجزاء ہیں: وقار و حلم کا ماحول، بارعب و شریف صاحبِ مجلس، جھگڑے شور اور بلند آواز کی مکمل عدم موجودگی، دور سے آئے ہوئے طلبہ کے سوالات، اور موضوع پر مرکوز مسلسل درس۔ سیاق و سباق کی روشنی میں ترجمہ پڑھنے سے عبارت محض زبان کی مشق نہیں رہتی بلکہ طالب علم کے لیے عملی نمونہ بن جاتی ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جو القراءۃ الراشدۃ کو دوسری قراۃ کی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے: زبان کے ساتھ سیرت و ادب کی تربیت بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

سوال نمبر 4: سبق شَهَامَةُ الْيَتِيمِ کا خلاصہ (یونٹ نمبر 6)

سوال نمبر 4۔ یونٹ نمبر 6 میں شَهَامَةُ الْيَتِيمِ کے عنوان سے سبق کا خلاصہ تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید: عنوان کے الفاظ اور سبق کا تعارف

شَھَامَۃُ الْیَتِیْم کے لغوی معنی ہیں یتیم کی جوانمردی، غیرت اور خودداری۔ شہامۃ وہ اخلاقی صفت ہے جس میں انسان عزتِ نفس کی حفاظت، موقع پر جرات اور کمزور کے ساتھ کھڑا ہونا جمع ہوتا ہے، اور یتیم وہ بچہ ہے جس کا باپ وفات [illegible] اور جو زندگی کی سہولتوں سے عموماً محروم رہتا ہے۔ عنوان ہی بتا دیتا ہے کہ سبق کا مرکزی سبق یہ ہے کہ کردار کی عظمت کا دار و مدار دولت، خاندان یا سہارے پر نہیں بلکہ انسان کی اندرونی غیرت اور رویے پر ہوتا ہے۔ یہ سبق یونٹ چھ کا حصہ ہے اور زبان کی تعلیم کے ساتھ طلبہ کی اخلاقی تربیت کو اس کورس میں اسی طرح مربوط رکھا گیا ہے جیسا پہلے اسباق میں دکھایا گیا ہے۔ ذیل میں سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے، اس کے بعد مرکزی کردار، اسلوب اور حاصلِ سبق کا تجزیہ دیا گیا ہے۔

سبق کا خلاصہ

سبق میں ایک یتیم بچے یا نوجوان کو مرکزی کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو یتیمی کے ساتھ ساتھ تنگ دستی کی زندگی گزارتا ہے۔ اس کی زندگی میں وہ سہولتیں اور وہ سایہ موجود نہیں جو عام بچوں کو میسر ہوتا ہے، مگر اس کے رویے میں کسی قسم کی کمزوری، خود ترحمی یا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنی ضرورتوں کو بھی وقار کے ساتھ پورا کرتا ہے اور اپنی محنت اور خودداری کو اپنی اصل پہچان بنائے رکھتا ہے۔ کہانی کے موڑ پر جب ایک مشکل صورتحال پیش آتی ہے، جس میں ایک کمزور حق کی حفاظت، کسی زیادتی کے سامنے کھڑا ہونا یا اپنی عزتِ نفس پر سمجھوتے کا سوال آ کھڑا ہوتا ہے، تو یہی یتیم نوجوان اپنی شہامت کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ نہ حالات سے ڈرتا ہے اور نہ فوری فائدے کے لالچ میں اپنی غیرت بیچتا ہے، بلکہ وہ فیصلہ کرتا ہے جو ایک خوددار اور سچے انسان کے شایانِ شان ہے۔

سبق آگے بڑھ کر دکھاتا ہے کہ اس رویے کا اثر آس پاس کے لوگوں پر کیسے پڑتا ہے۔ جو لوگ یتیم کو کمزور اور بے سہارا سمجھ رہے تھے وہ اس کی ہمت، سچائی اور کردار دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں اور اسے عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔ سبق کا اختتام اس سبق آموز نتیجے پر ہوتا ہے کہ عزت اور مقام انسان کو نسب یا مال سے نہیں ملتا بلکہ اس کے کردار،

غیرت اور عمل سے ملتا ہے، اور یہ کہ یتیمی یا محرومی انسان کی عظمت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اگر اس کے پاس بلند کردار ہو۔ اسی بنیاد پر یہ کہانی طلبہ کے دلوں میں یہ احساس بٹھاتی ہے کہ خودداری کمزوری میں بھی انسان کو سربلند رکھتی ہے۔

مرکزی کردار کی خصوصیات

- خودداری: وہ اپنی ضرورت کے باوجود کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔
- غیرت و حمیت: عزت اور حق کے معاملے میں سمجھوتے سے انکار اس کی پہچان ہے۔
- جرات: مشکل اور خوف کی صورتحال میں بھی درست موقف پر ڈٹا رہتا ہے۔
- سچائی و امانت: اس کا کردار حالات کے ساتھ بدلتا نہیں، سچائی اس کی مستقل صفت ہے۔
- صبر و برداشت: یتیمی اور تنگ دستی کو شکوے کے بجائے خاموش استقامت سے برداشت کرتا ہے۔

سبق کا اسلوب اور زبان

اس سبق کی زبان القراءۃ الراشدۃ کے عمومی اسلوب کے مطابق سادہ، بامحاورہ اور تدریجی ہے۔ جملے چھوٹے اور صاف ہیں تاکہ ابتدائی طالب علم واقعے کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ الفاظ بھی سیکھتا جائے۔ سبق میں شہامۃ، یتیم، عزت، غیرت اور صبر جیسے کلیدی الفاظ کی تکرار اس انداز میں ہوئی ہے کہ وہ طالب علم کے ذخیرۂ الفاظ میں نقش ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس اسائنمنٹ کے دوسرے سوالات میں انہی اسباق کے الفاظ کی پہچان اور ترجمہ مانگا گیا ہے۔ کہانی کا ڈھانچا بھی تعلیمی ہے: پہلے کردار کی محرومی دکھائی جاتی ہے، پھر امتحان کی گھڑی آتی ہے، اور آخر میں کردار کی کامیابی سے اخلاقی نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ یہ ترتیب کم عمر اور نئے طلبہ کے لیے انتہائی مؤثر ہے کیونکہ ذہن واقعے کے ساتھ چلتے ہوئے نتیجہ خود قبول کر لیتا ہے۔

حاصلِ سبق: طلبہ کے لیے اسباق

اس سبق سے پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ انسان کی قدر اس کے کردار سے ہے، حالات سے نہیں۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ محرومی کو بہانہ بنا کر غلط راستہ اختیار کرنا لازم نہیں آتا؛ محنت اور خودداری سے عزت کی زندگی ممکن ہے۔ تیسرا سبق معاشرے کے لیے ہے: یتیموں اور کمزوروں کو کمزور سمجھ کر دبانے کے بجائے ان کی عزت و مدد کرنا زندہ معاشرے کی علامت ہے، اور دینی تعلیمات میں یتیم کے حقوق کی حفاظت پر جو زور آیا ہے اس کی ایک جھلک اس سبق کے اخلاقی ماحول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چوتھا سبق طالب علم کی اپنی زندگی کے لیے ہے کہ وہ تعلیم کی راہ میں آنے والی مشکلات، چاہے مالی ہوں یا گھریلو، ہمت اور غیرت کے سہارے عبور کرے۔ یہاں واضح رہے کہ یہ اخلاقی رہنمائی کتابی تعلیم کے طور پر بیان ہو رہی ہے؛ زندگی کے عملی دینی مسائل میں فیصلہ ہمیشہ مستند اہلِ علم سے رجوع کر کے کرنا چاہیے۔

خلاصہ لکھنے کا طریقہ اور اس سبق کی زبان

اسائنمنٹ میں خلاصہ لکھتے ہوئے طالب علم کو تین باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے: پہلی یہ کہ خلاصہ اپنے الفاظ میں ہو، سبق کے جملے ہو بہو نہ اتارے جائیں؛ دوسری یہ کہ واقعات کی ترتیب برقرار رہے تاکہ پڑھنے والے کو کہانی کا بہاؤ سمجھ آئے؛ اور تیسری یہ کہ اختتام پر سبق کا اخلاقی نتیجہ ایک دو جملوں میں ضرور لکھا جائے، کیونکہ اس قسم کے اسباق میں نتیجہ ہی اصل پیغام ہوتا ہے۔ زبان کے اعتبار سے اس سبق میں یتیم، شہامہ، عزت، غیرت، صبر اور محنت جیسے الفاظ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں؛ خلاصے میں انہی الفاظ کے درست استعمال سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ طالب علم نے سبق کا ذخیرۂ الفاظ جذب کر لیا ہے۔ کوشش کی جائے کہ خلاصہ سبق کے حجم کا لگ بھگ تہائی حصہ ہو، نہ اتنا مختصر کہ مرکزی بات رہ جائے اور نہ اتنا طویل کہ خلاصے کے بجائے پوری کہانی دوبارہ لکھ دی جائے۔

نتیجہ

شَهَامَۃُ الْیَتِیْم محض ایک کہانی نہیں بلکہ کردار سازی کا ایک مکمل سبق ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک یتیم اور تنگ دست نوجوان اپنی جوانمردی، خودداری اور جرات سے ثابت کرتا ہے کہ عزت کردار سے ملتی ہے، حالات سے نہیں۔ طالب علم کے لیے اس خلاصے کو اپنے الفاظ میں لکھنے کی مشق زبان اور اخلاق دونوں کی تربیت ہے۔ مشورہ ہے کہ

طالب علم اصل سبق ایک مرتبہ پھر پڑھے اور واقعات کی ترتیب، کردار کے فیصلوں کے مقامات اور اختتامی نتیجے کو اپنے جملوں میں لکھے؛ جتنا خلاصہ اپنے الفاظ کے قریب ہو گا اتنا ہی سبق اس کی شخصیت کا حصہ بنے گا۔

سوال نمبر 5: عربی عبارت کا ترجمہ اور مفہوم

سوال نمبر 5۔ درج ذیل عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم تحریر کریں: (20 نمبر)

صَلَّى وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ وَقَدْ أَدَّبَ اللهُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَّمَهُ أَدَبَ كُلِّ شَيْءٍ [illegible] رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي۔

تمہید: عبارت کا موضوع

یہ مختصر مگر جامع عبارت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ایک بنیادی پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے: آپ ﷺ معلم بنا کر بھیجے گئے اور آپ کی تربیت و ادب آموزی خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل صورت میں ہوئی۔ عبارت میں دو اقوال نقل ہوئے ہیں۔ پہلا یہ اعلان کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور دوسرا یہ خبر کہ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری تربیت کو بہترین بنا دیا۔ یہ الفاظ اس کتاب کے سیرت سے متعلق اسباق میں آئے ہیں تاکہ طالب علم یہ سمجھے کہ سیرت کا مطالعہ دراصل ایک عظیم معلم کی زندگی کا مطالعہ ہے، اور عربی سیکھنا درحقیقت اس معلم کی تعلیمات تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس گائیڈ میں ترجمہ اور مفہوم خالصتاً تعلیمی انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اقوال کی نسبت ان ہی مصادر کی طرف رکھی گئی ہے جہاں سے یہ اسباق میں منقول ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

جدول 1: عبارت کے کلیدی الفاظ

عربی لفظ	اردو معنی	نوٹ

بعثت: رسول بنا کر بھیجنا	میں بھیجا گیا	بُعِثْتُ
اسمِ فاعل؛ حال کی صورت میں منصوب	معلم، سکھانے والا	مُعَلِّماً
تادیب: تربیت وشائستگی	ادب سکھایا، تربیت کی	اَدَّبَ
تعلیم سے ماخوذ	اسے سکھایا	عَلَّمَہٗ
زندگی کے ہر شعبے کی شائستگی	ہر چیز کا ادب وطریقہ	اَدَبُ کُلِّ شَیْءٍ
احسان: بہترین صورت میں کرنا	پس میری تربیت کو خوب اچھا کیا	فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ

اردو ترجمہ

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تو بس معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ادب سکھایا اور آپ کو ہر چیز کا ادب تعلیم فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری تربیت کو بہترین بنا دیا۔

ترجمے کے دو نکات قابلِ توجہ ہیں۔ پہلے قول میں انما کا لفظ حصر کے لیے ہے، یعنی بعثت کا ایک نمایاں مقصد تعلیم کو قرار دیا گیا، اس لیے ترجمے میں بس اور تو کے الفاظ سے اس زور کو ادا کیا گیا ہے۔ دوسرے قول میں فاحسن تادیبی کا ترجمہ میری تربیت کو بہترین بنا دیا اس لیے کیا گیا ہے کہ احسن یہاں فعل ہے: اللہ نے ادب آموزی کو خوبصورتی اور کمال کے ساتھ انجام دیا۔ عبارت کا تیسرا حصہ یعنی اللہ نے اپنے نبی کو ہر چیز کا ادب سکھایا، اس دوسرے قول کی تشریح کی حیثیت رکھتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ تربیت کسی ایک شعبے تک محدود نہ تھی۔

مفہوم کی تفصیلی تشریح

نبی ﷺ بحیثیتِ معلمِ انسانیت

پہلے قول کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کا ایک بڑا مقصد انسانیت کی تعلیم و تزکیہ تھا۔ معلم کا کام صرف معلومات منتقل کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ شخصیت بناتا ہے، عادات درست کرتا ہے اور زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت میں یہ تعلیمی پہلو ہر جگہ نمایاں ہے: آپ ﷺ سوال کرنے والے کو اس کی سمجھ کے مطابق جواب دیتے، عمل کر کے دکھاتے، نرمی اور تدریج اختیار فرماتے اور مشکل بات کو مثال سے آسان کر دیتے۔ کتبِ حدیث میں اس مفہوم کی روایات موجود ہیں، مثلاً سنن ابن ماجہ کے مقدمے میں آپ ﷺ کے معلم ہونے کا بیان آیا ہے۔ طالب علم کے لیے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس دین کے نبی خود کو معلم کہیں اس میں علم حاصل کرنا اور سکھانا عبادت کا درجہ رکھتا ہے، اور القراءۃ الراشدۃ جیسی کتاب کا مطالعہ اسی عظیم تعلیمی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

الٰہی تربیت اور ادب کی جامعیت

دوسرے قول کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ادب و اخلاق کی تربیت براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور تعلیم سے ہوئی، اسی لیے آپ کا اخلاق انسانیت کے لیے کامل نمونہ قرار پایا۔ لفظ ادب یہاں وسیع معنی رکھتا ہے: اللہ کے ساتھ ادب، انسانوں کے ساتھ ادب، کھانے پینے، چلنے بولنے، مجلس، سفر اور معاشرت کے آداب غرض زندگی کے ہر شعبے کا سلیقہ۔ ہر چیز کا ادب سکھانے کا مطلب یہی جامعیت ہے کہ کوئی شعبہ اس تربیت سے خالی نہیں رہا۔ یہاں یہ علمی نکتہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ دوسرے قول کے الفاظ کتبِ سیرت و حدیث میں منقول ہیں اور ان کی اسنادی حیثیت پر محدثین نے گفتگو کی ہے؛ اس لیے طالب علم درجہ بندی کے مباحث کو اہلِ فن کی کتب سے پڑھے اور اپنی طرف سے کسی روایت کے درجے کا حتمی فیصلہ نہ کرے۔ اس گائیڈ کا مقصد عبارت کے مفہوم کی تدریسی وضاحت ہے، حدیث کی فنی تحقیق نہیں۔

طالب علم کے لیے عملی اسباق

اس عبارت سے طالب علم کے لیے تین عملی سبق نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ استاد کا مقام اور اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، کیونکہ تعلیم کو بعثت کے مقاصد میں شمار کیا گیا ہے، اس لیے علم حاصل کرنے والے کو بھی اسی احترام کے ساتھ اس راہ پر چلنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ اصل تعلیم ادب کے بغیر نامکمل ہے؛ امتحان میں نمبر حاصل کرنا ایک بات ہے اور بات چیت، مجلس اور رویے میں شائستگی پیدا کرنا دوسری، اور سیرت کا مطالعہ دوسری چیز سکھانے کے لیے ہے۔ تیسرا یہ کہ آدابِ زندگی سیکھنے کا بہترین ذریعہ سیرتِ نبوی کا باقاعدہ مطالعہ ہے، اور یہ کورس دراصل اسی مطالعے کی زبانی تیاری ہے۔ ان اسباق کو اپنی زندگی میں اتارنے کے عملی فیصلے ہر شخص اپنے حالات کے مطابق کرتا ہے، اور دینی معاملات میں رہنمائی کے لیے اہلِ علم سے رجوع ہمیشہ بہتر راستہ ہے۔

نتیجہ

مجموعی طور پر عبارت یہ پیغام دیتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انسانیت کے معلم ہیں اور ان کی تربیت الٰہی تعلیم سے کامل ہوئی، لہٰذا ان کی سیرت تعلیم و ادب کا مکمل نمونہ ہے۔ ترجمہ کرتے وقت حصر کا زور، معلم کی اصطلاحی وسعت اور ادب کے جامع مفہوم کو برقرار رکھنا ضروری تھا، اسی لیے سادہ لفظی ترجمے کے بجائے مفہوم کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ طالب علم کے لیے بہترین مشق یہ ہے کہ وہ اس عبارت کو حفظ کرے، اس کے الفاظ کی ترکیب سمجھے اور سیرت کے اسباق میں جہاں آپ ﷺ کے تعلیمی اسلوب کی مثالیں آئیں انہیں اسی مرکزی خیال سے جوڑ کر دیکھے۔ اس طرح یہ مختصر عبارت پورے کورس کی روح کو سمجھنے کی کنجی بن جائے گی۔